بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر ونظر

اِسلام، بت شکنی اور طالبان !؟

جب سے طالبان نے افغانستان میں بتوں کو منہدم کرنے کا اعلان کیا ہے، دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید ردِّعمل سامنے آرہا ہے بلکہ بعض لوگوں نے ان بتوں کی خریداری کی پیشکش کی ہے اور بعض نے ان کی حفاظت پر اُٹھنے والے اِخراجات ادا کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی ہے۔ کچھ ممالک اگر سفارتی دباؤ سے کام لے رہے ہیں تو بعض دیگر ڈرانے دھمکانے سے بھی نہیں چوک رہے۔ غرور وتکبر میں مبتلا بعض صیہونی عالمی اِداروں نے افغانستان کے ساتھ پاکستان کو بھی مطعون کرنا شروع کررکھا ہے۔ الغرض مارچ کے پہلے عشرے سے جنوبی ایشیا کے اَخبارات میں بالخصوص اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں بالعموم اس مسئلہ کے بارے میں اپنے اپنے مفادات اور نظریات کے مدنظر بہت کچھ لکھا جارہا ہے۔

افغانستان کے ساتھ پاکستان میں بھی سفیروں اور عالمی نمائندوں کی آمدورفت زوروں پر ہے۔ اسلام کے بہی خواہ اور طالبان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق تجاویز و ہدایات پیش کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ پر بعض علمی مباحث نے بھی جنم لیا ہے کہ آیا اسلام میں مجسّموں اور بتوں کو باقی رکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ دورِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ میں اس بارے میں طرزِ عمل کیا رہا ہے اور اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ صیہونی لابی کے آلہ کار عالمی ذرائع ابلاغ کی اسلام کے خلاف شروع کی گئی اس علمی بحث میں مسلمان بھی کود پڑے ہیں۔ یکم مارچ کو بی بی سی کے مکتوبِ پاکستان نامی پروگرام میں بھی اس موضوع پر تشکیک پیدا کرنے اور اسلامی موقف کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق اس رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ مجسمہ وہ ہوتا ہے جس کی پرستش ہو اور اسلام میں صرف وہ بت حرام ہیں جن کی پوجا کی جائے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

> ''مجسمہ اس وقت بنتا ہے جب اس کی پرستش کی جائے، اگر اس کی پرستش نہ کی جائے تو انسانی مجسمہ اور پتھر کے بنے ہوئے گھوڑے اور انگوٹھی پر گڑھے ہوئے پھول میں کوئی فرق نہیں۔ کسی بھی شے کی ٹھوس نقل مجسمہ ہے۔ اگر بت اور مجسمہ میں یہ بنیادی فرق نہ ہوتا تو آج سے ۱۴۰۰ سال قبل نئے عالمی نظام کے قیام کے لئے کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے والے پیغمبر اکرم ﷺ کے وارث حضرت عمر بن خطابؓ مصر کی فتح کے بعد سب سے پہلے ابوالہول کے مجسّمے کو گراتے جو دریائے نیل

کی سرزمین پر اسلام کی آمد سے بھی دو ہزار سال قبل سے ایستادہ تھا۔ ابوالہول ساڑھے تین ہزار سال سے اب بھی سینہ تانے کھڑا ہے۔

مجسمہ اور بت کا جو فرق حضرت عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا وہ افغانستان میں ملا عمر کے برسراقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہوگیا ہے۔ اسی لئے گذشتہ دنوں قندھار سے یہ فرمان جاری ہوا کہ تمام بت گرا دیئے جائیں۔ ان میں قبل از اسلام کا مہاتما بدھ کا بامیان میں ایستادہ ۵۰ میٹر طویل پہاڑی مجسمہ بھی شامل ہے جو نہ صرف افغانستان بلکہ عالمی ورثہ ہے۔'' (نوائے وقت: ۳ مارچ، صفحہ آخر)

اسی رپورٹ میں بیسویں صدی کے چند شواہد کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ طالبان کی بت شکن مہم کو اسلام کی حمایت حاصل نہیں بلکہ یہ محض طالبان کی انتہا پسندی کا اعجاز ہے۔ ان مثالوں میں ۱۹۷۹ء کے انقلابِ ایران کے بعد تختِ جمشید کے پرانے آثار کو جوں کا توں باقی رہنے دینے اور پاکستان میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ تہذیب کے نشانات کی حفاظت وغیرہ کے اقدامات شامل ہیں۔ مزید برآں ۱۹۴۹ء میں چین کے کمیونسٹ انقلاب کے دوران ایک مسجد کے تحفظ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کی تعمیر کی نسبت ایک صحابی رسولؐ کی طرف کی جاتی ہے کہ غیر مسلم چینیوں نے اس مسجد کو آج تک باقی رکھا ہوا ہے۔

تھائی لینڈ کی وزارتِ خارجہ نے بت شکنی کی اس مہم کا رخ موڑنے کی کوشش اس انداز میں کی ہے کہ اگر کل افغانستان میں امن قائم ہوجائے تو یہ تاریخی نوادرات غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن کر ملکی آمدنی میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں (نوائے وقت: ۲۸ فروری) بعض نے افغانستان میں قحط کے خاتمے کے لئے ان بتوں کی فروخت کو افغان قوم کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ اب تک جاپان، ایران، بھارت، نیویارک کی میٹروپولیٹن کونسل اور متعدد عجائب گھروں کی طرف سے ان بتوں کو خریدنے کی آفرز کی جاچکی ہیں۔ اخبارات کے مطابق مولانا سمیع الحق نے بھی طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے، عجائب گھروں کے حوالے کردینے یا مصر کی مثال سامنے رکھتے ہوئے بطورِ عبرت رکھ چھوڑنے اور ان کی عبادت روک دینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (نوائے وقت: ۲۸ فروری)

افغانستان میں یہ بت طلوعِ اسلام سے قبل کے ہیں جن میں کابل میوزیم میں ۶۰۰ کے قریب بت اور بامیان میں گوتم بدھ کے ۶۵ اور ۳۴ میٹر اونچے دو مجسّموں کے بارے میں دنیا میں زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔

عالمی صورتحال اور سیاسی حکمتِ عملی سے قطع نظر پہلے ہم ان صفحات میں ان مغالطوں کا جائزہ پیش کریں گے جو اسلام کے تصورِ اصنام کے بارے میں پھیلائے جارہے ہیں۔ کیونکہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسلام کی من مانی تعبیر کرتا پھرے اور مسلمانوں کے اذہان میں تشکیک پیدا کرے۔

بی بی سی کا یہ دعویٰ مغالطہ آمیز ہے کہ اسلام میں پوجے اور نہ پوجے جانے والے بتوں میں فرق ہے جسے اس نے بت اور مجسمے کے فرق سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام میں اس طرح کی کوئی تقسیم نہیں ملتی۔ بلکہ اسلام میں نہ صرف مجسموں کی مخالفت کی گئی ہے بلکہ ایسے نشانات یا علامات کو بھی جائز نہیں سمجھا گیا جو مقدس سمجھی جاسکتی ہیں۔ اسلام کی رو سے تصویر جائز نہ ہونے کی اہم بنیاد یہی ہے کہ کل کلاں اس سے عقیدت کا تصور وابستہ ہو کر اس کی پوجا شروع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آج بھی محتاط علماء تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے۔ گو کہ اوّلین مرحلہ میں تصویر کو بھی عبادت کے مقصد کے لئے کبھی نہیں رکھا جاتا بلکہ بتدریج اس سے مشرکانہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں جیسا کہ بت پرستی بھی اسی طرح تدریجاً عمل میں آئی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ جس بت کی عبادت نہیں ہوتی، اس کو باقی رکھنے کا جواز ہے۔ بالفرض آج اس کی عبادت نہیں ہوتی لیکن کل کلاں اس کی عبادت شروع ہو جانے کے اِمکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سی بزرگ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی زندگی میں اپنے جیسے انسانوں سے مرادیں مانگنے اور حاجت روائی سے لوگوں کو روکتی رہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے ان سے بھی اس طرح کی عقیدت قائم کرلی اور چند صدیوں کے بعد ان کی عبادت شروع کردی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اس بارے میں 'صنم' سے بھی ایک وسیع تر اصطلاح استعمال کی ہے، اور اس میں صنم سے ملتے جلتے اَلفاظ تماثیل اور اَوثان کے بھی آئے ہیں۔ صنم تو خود تراشیدہ بت اور مورتیوں کو کہتے ہیں جبکہ 'تمثال' کا ترجمہ مورت یا کسی کی مشابہت میں تیار کی جانے والی شے کے ہیں۔ لیکن وَثــن کا لفظ اس سے بھی وسیع تر ہے۔ ہر وہ شے جو کسی نیک شخصیت سے منسوب ہو کر احترام اور معبودیت کا مرتبہ پاجائے، اسے وَثن کہا جاتا ہے۔

طبریؒ نے مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے کہ 'صنم' اسے کہتے ہیں جو کسی کی صورت پر بنایا جائے جبکہ وثــن ان اشیا پر بھی بولا جاتا ہے جو صورتوں کے بغیر احترام کے لائق سمجھی جائیں۔ یعنی وثــن کا لفظ صنم سے عام ہے۔ (کتاب التوحید: ص ۶۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب: ج ۱۳/ ص ۴۴۲

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہونے والی قبر کے بارے اللہ تعالیٰ سے دعا کی :

اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد ...... اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد (موطأ: ۱/ ۱۸۲)

"اے اللہ! میری قبر کو ایسی محترم شے نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے ...... اللہ تعالیٰ ان قوموں پر بہت ناراض ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

نبی کریم ﷺ کی قبر نعوذ باللہ آپ کا مجسمہ نہیں ہے لیکن یہ چونکہ رحمت للعالمین سے منسوب زمین کا ایک حصہ ہے لہٰذا اہل اسلام کو اسے وَثــن بنانے سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (۳۰/۲۲)

''تو 'اَوثان' کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو''

یہاں بھی صنم کی بجائے وثــن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اسلامی شریعت مجسّموں اور بتوں سے بھی پہلے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہر چیز کو حرام قرار دیتی ہے یہی شریعتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے کہ وہ نہ صرف برائی بلکہ برائی کے رستوں کا بھی سدباب کرتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۳۶)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو''

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنہیں کتاب اللہ سے حصہ ملا ہے پھر بھی وہ جِبْــت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں'' (النساء:۵۱)

طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کے ماسوا کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہو جبکہ جبــت اَوہام وخرافات، ٹونے ٹوٹکے وغیرہ پر اعتقاد کے لئے بولا جاتا ہے۔ (مترادفات القرآن: ص۱۸۳)

ان تمام آیات میں ایسی اشیاء کی عبادت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرق نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی سی کا دعویٰ فکری ضلالت کا آئینہ دار ہے جو اسلام سے چور دروازے کھول کر بت پرستی اور طاغوت کی پرستش کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

اہرامِ مصر اور ابوالہول کا مجسمہ

بی بی سی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''حضرت عمر فاروق نے فتح مصر کے بعد مصر کے بتوں اور مجسّموں کو باقی رکھا۔ مجسمہ اور بت کا جو فرق حضرت عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا وہ افغانستان میں ملا عمر کے برسر اقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہوگیا ہے۔''

لیکن حقیقت یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مصر معاہدۂ جنگ کی صورت میں خلافتِ اسلامی میں شامل ہوا اور اس معاہدۂ جنگ میں یہ بات شامل تھی کہ مصر کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جائے گی۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ میں ان عبادت خانوں کو توڑا نہیں گیا۔ اُموی خلیفہ مامون الرشید کے دور میں اہرامِ مصر کو منہدم کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا، جس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ سب سے پہلے تو اہرام مصر کے بارے میں پڑھیے:

وقد ذكر أن بعض ملوك الاسلام شرع يهدم بعضها فإذا خراج مصر لا يفئ

بقلعها وهى من الحجر والرخام وأنها قبور لملوك وكان الملك منهم إذا مات وضع فى حوض من حجارة ويسمى بمصر والشام الجرون وأطبق عليه ثم بنى من الهرم على مقدار ما يرون من ارتفاع الأساس ثم يحمل الحوض ويوضع وسط الحرم ثم يقنطر عليه البنيان ثم يرفعون البناء على المقدار الذى يرونه ويجعل باب الهرم تحت الهرم ثم يحفرله طريق فى الأرض ويعقد أزج طوله تحت الأرض مائة ذراع أو أكثر ...... الخ

''بعض مسلمان بادشاہوں نے اہرامِ مصر کو منہدم کرنا شروع کیا لیکن اس انہدام کے مصارف مصر سے حاصل ہونے والے کل خراج سے بھی زیادہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہرام مصر پتھروں اور عظیم چٹانوں سے تعمیر کئے گئے۔ دراصل یہ شاہانِ مصر کی قبریں ہیں۔ بادشاہ جب مرجاتا تو اسے پتھروں کے ایک حوض کے درمیان رکھ کر اوپر سے ڈھانپ دیا جاتا (مصر اور شام میں اسے 'جرون' کہا جاتا ہے)۔ پھر وہ جتنا بلند چاہتے، ایک مضبوط حصار تعمیر کرتے، پھر اس حوض کو اٹھا کر اس ہرم کے درمیان رکھا جاتا۔ پھر اس کی بنیادوں پر پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاتا۔ اس کی بنیادیں وہ اس قدر اونچی کرتے جتنا وہ چاہتے۔ ہرم کا دروازہ ہرم کے نیچے کی سمت بنایا جاتا، اس کا راستہ زیر زمین اس قدر طویل کھدوایا جاتا کہ وہ زمین کے اندر ۱۰۰ ہاتھ یا اس سے زیادہ گہرا ہوتا۔ ہر ہرم کا دروازہ اسی انداز پر تعمیر ہوتا۔ اور یہ لوگ اس تک پہنچنے کے پر پیچ راستے تعمیر کرتے جب اس سے فارغ ہوتے تو اوپر سے نیچے کی طرف کھدائی کرتے۔ یہ مصری بادشاہوں کی عادت تھی اور اس سے ان کی قوم کی اطاعت پسندی، صبر اور قوت کا پتہ بھی چلتا ہے'' (کتاب المواعظ والاعتبار للمقریزی: ۱/۱۱۵)

اس کے اِخراجات اور اس بارے میں کی جانے والی کوششوں کا تذکرہ ابوالحسن مسعودی نے بھی اپنی کتاب 'اَخبار الزمان' میں کیا ہے:

''خلیفہ مامون الرشید جب مصر آیا اور اس نے اَہرام مصر دیکھے تو انہیں منہدم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسے کہا گیا کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے لیکن خلیفہ اپنے عزم پر قائم رہا۔ چنانچہ آگ کے بڑے الاؤ جلائے گئے، سیسہ اور تانبا پگھلایا گیا، لوہاروں اور معماروں کی ایک بڑی جماعت کو اس کام میں لگایا گیا حتیٰ کہ اس پر بہت سا مال صرف ہوا۔ انہوں نے ۲۰ ہاتھ کے قریب دیواروں کی چوڑائی پیائش کی۔ حتیٰ کہ جب وہ دیوار کے آخر تک پہنچے تو وہاں انہیں بڑی تعداد میں سونے کے سکے ملے، ایک ہزار دینار کے قریب جن میں ہر ایک کا وزن ایک اوقیہ تھا۔ مامون ان سکوں کی صفائی اور سونے کا معیار دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ تب اس نے اس مہم پر صرف ہونے والے اخراجات کا اندازہ لگایا تو وہ اخراجات متوقع سونے کی مالیت سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ مامون شاہانِ مصر کے یہ انتظامات دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا اور اس نے یہ سونا ملکی خزانے میں جمع کرا کے اس مہم کو بند کروا دیا'' (بحوالہ المواعظ والاعتبار للمقریزی: ص ۱۱۴)

''یہی کوشش بعد ازاں سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیٹے عثمان نے بھی کی۔ اس نے پتھر توڑنے والوں کی جمعیت اکٹھی کی، اور فوج کو بھی اس میں شریک کیا۔ ۸ ماہ یہ لوگ اس مہم میں لگے رہے لیکن مال اور تدبیر کے بیش بہا نقصان کے پیش نظر آخر کار اس کو ترک کردیا''۔ (ص ۱۱۵،۱۲۱)

ان میں سے ایسے بت جو توڑے جاسکتے تھے، انہیں خلیفہ مامون نے طویل محنت و مشقت کے بعد منہدم کروادیا۔ منہدم ہونے والے ان بتوں میں وہ عظیم الجثہ زنانہ مجسمہ بھی شامل تھا جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے فسطاط میں نصب تھا۔ کتبِ تاریخ میں اس کے بارے میں جو حالات بیان کئے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجسمہ غالباً ایسس (Isis) دیوی اور اس کے بچے ہورس (Horus) کا تھا۔ اس بت کی پشت دریائے نیل کی طرف تھی۔ اسے دریائے نیل کی طغیانی سے بچانے والا بت تصور کیا جاتا تھا۔ اس بت کو توڑ کر اس کے پتھر مسجد کی تعمیر میں لگا دیئے گئے'' (ایضاً: ص ۱۱۸)

کتبِ تاریخ کے ان اقتباسات سے اہرامِ مصر کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مصر کے بت اور مجسّمے گرانے کی کوششیں تو کئی بار کی گئیں لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ اب بیسویں صدی میں جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اَہرام مصر کو توڑا پھوڑا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اہرامِ مصر کی مکمل دریافت بھی بیسویں صدی کے اوائل میں ہوئی، جس کے بعد اس میں دفن خزانوں کو لوٹنے کے لئے حرص کے مارے لوگوں میں ایک مقابلہ شروع ہوگیا۔ ان اَہرام نے بہت افراد کی جانیں بھی لیں اور بہت لوگ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے یہاں سے بڑی تعداد میں مجسّمے نکال کر مصری عجائب گھر اور دنیا کے بڑے میوزیم میں بھی سجائے گئے۔ اب جبکہ وہ مسائل باقی نہیں رہے جن کی بنا پر اہرامِ مصر کے مجسّموں کو توڑا نہ جاسکا تھا تو مسلم حکمرانوں میں اطاعت اور اسلام کی پیروی کا وہ جذبہ ہی سرد پڑ چکا ہے اور تمام مسلم دنیا مغرب کے سیاسی یا فکری استعمار کا شکار ہے لہٰذا آج مصر میں یہ مجسّمے بڑی تعداد میں عجائب گھروں کی زینت بنے نظر آتے ہیں۔

ابو الهول : بی بی سی کی رپورٹ میں ابوالہول (Sphinx) کے مجسّمے کی بات کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر فتح کیا تو اس عظیم بت کو منہدم نہیں کیا گیا اور وہ بت آج تک باقی چلا آرہا ہے۔

ابوالہول کا مجسمہ ۳۹ میٹر اونچا اور ۲۰ میٹر چوڑا ہے، جس کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا سا ہے۔ اس کے بارے میں روایات یہ ہیں کہ یہ صرف ایک مجسمہ نہیں تھا بلکہ اس طرح ایک انسان کو سزا دی گئی تھی کہ شیر کے دھڑ میں اس کے جسم کو چنوا کر اسے قابل عبرت بنادیا گیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ مقامِ تعظیم (عبادت) نہیں بلکہ مقام عبرت ہے۔ کیونکہ یہ کسی بزرگ ہستی کی یاد میں پتھروں کی مورت نہیں بلکہ ایک جیتے جاگتے انسان کو سزا دینے کی یادگار ہے۔ چنانچہ اس سے تعظیم کے اثرات کی بجائے خوف وہیبت کے اَثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ 'اُردو دائرۂ معارف' میں ابوالہول کا ترجمہ 'خوف کا باپ' کیا گیا ہے اور

بتایا گیا ہے کہ ''عرب اسے وہم آمیز خوف کے ساتھ دیکھتے تھے''۔ (جلد۱،ص۹۳۱)

جیتے جاگتے انسانوں کے نقش اور مجسمے میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممیوں کو بتوں اور مجسموں کے حکم میں نہیں لایا جاتا۔ فرعونِ موسیٰ کی ممی آج تک بطورِ عبرت موجود ہے اور ابوالہول کے بارے میں کسی نے بت کا سا حکم اختیار کرنے کا خیال پیش نہیں کیا۔ بعض لوگوں کو اس کے باوجود یہ خیال گزرا کہ لوگ اس سے بت پرستی میں مبتلا ہوسکتے ہیں تو انہوں نے انفرادی طور پر اس کو منہدم کرنے کی کوششیں کیں۔ تاریخ نگار المقدسی کے بیان کے مطابق انہی کوششوں سے ۹۸۵ء میں اس کا چہرہ صحیح سالم نہ رہا۔ مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں شیخ محمد صائم الدہر نے مجسموں کو ختم کرنے کی مہم میں اس کو بھی توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن اس میں وہ پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک اس کی ناک کا بہت مختصر ہونا اور چہرے کا مسخ ایسی ہی کوششوں کی بنا پر ہے۔

مصر کی فتح ...... معاہدۂ صلح کے ذریعے

بعض لوگوں نے اپنی بات میں رنگ بھرنے کے لئے مصر کی فتح کو دورِ نبویؐ کا واقعہ بتلایا ہے لیکن یہ صریح تاریخی مغالطہ ہے کیونکہ مصر دورِ فاروقی میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں ۲۰ ہجری میں خلافت ِاسلامیہ میں داخل ہوا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بی بی سی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مصر فتح کیا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مصر فتح ہو کر اسلامی خلافت میں شامل نہیں ہوا جس طرح دوسرے علاقے مفتوح ہوتے ہیں بلکہ مصر معاہدہ صلح کی صورت میں خلافت ِاسلامیہ کا حصہ بنا۔ مفتوح ہونے والے اور معاہدے کی صورت میں اسلام لانے والے ہر دو سے غالب آنے والے کا برتاؤ مختلف ہوتا ہے۔ معاہدے کی صورت میں غلبہ پانے والے معاہدہ کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں۔ اس بنا پر بالفرض اگر ابوالہول کا مجسمہ ایک بت بھی ہوتا تو ممکن تھا کہ معاہدہ کی شرائط کی پاسداری میں اسے باقی رہنے دیا جاتا۔ چنانچہ مستند کتب ِتاریخ میں ان شرائط معاہدہ کا تذکرہ یوں ملتا ہے

> بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا ما أعطى عمرو بن العاص أهل مصر من الأمان على أنفسهم وملّتهم وأموالهم وكنائسهم وصُلُبِهم وبرهم وبحرهم لا يدخل عليهم شيئ من ذلك ولا ينتقض (النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة : ۱/ ۲۵)

> ''بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس کی رو سے عمروؓ بن العاص نے اہل مصر کی جانوں، اَدیان، اَموال، کنیساؤں اور ان کی صلیبوں اور ان کے بحر و بر کو اَمان دی۔ ان چیزوں کے بارے میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی اور اس عہد نامہ کو توڑا نہیں جائے گا...... الخ''

اس عہد نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصر اسلامی قلمرو میں 'اہل ذمہ' کی حیثیت سے ۲۰ھ میں داخل ہوا اور ان کے عبادت خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کیا گیا۔ آہستہ آہستہ اسلام زور پکڑتا گیا اور ملکی داخلی تبدیلی کے

نتیجے میں مصر میں چند صدیوں کے بعد اسلامی حکومت قائم ہوئی جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

معاہدے کی صورت میں مغلوب ہونے والے اہل خیبر کی زمین کا معاملہ بھی اس بارے میں کافی دلیل ہے کہ خیبر جب فتح کیا گیا تو اہل خیبر سے ان کی ساری زمینیں چھین کر مالِ غنیمت کا حصہ نہیں بنائی گئیں بلکہ ایک حصہ شرائطِ معاہدہ کے تحت انکے قبضہ میں ہی رہنے دیا گیا جس میں وہ کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں حدیثِ نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے ان یہودیوں کو جلاوطن کیا۔

دراصل بی بی سی کے مبصرین اسلام کی درست ترجمانی کی بجائے اسلامی شریعت کو توڑ مروڑ کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ سادہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔ اگر یہ لوگ واقعتاً اسلام کی درست ترجمانی کرنا چاہیں تو اس کے لئے زیادہ واضح مثال دورِ عمرؓ کی بجائے خود دورِ نبویؐ میں موجود ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں جب مقابلے میں آنے والے مفتوح ہوئے ہوں نہ کہ کسی معاہدے کی بنا پر انہوں نے اِطاعت اختیار کی۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ ہے۔ اگر بتوں کو محفوظ رکھنے اور ان کا اعزاز واکرام برقرار رکھنے کے لئے اسلام آیا ہوتا تو نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ضرور بتوں کے بچاؤ اور ان کی حفاظت کی تدبیر / رعایت فرماتے۔ کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر مفتوحین سے، دیگر مفتوحین کے مقابلے میں مختلف سلوک والی کئی رعایتیں کی گئی تھی جن میں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مکہ کو جنگی یورش کے نتیجے میں فتح کیا گیا لیکن کسی کو لونڈی غلام نہ بنایا گیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کو 'عتقاء' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ مکہ کی زمین کو فاتحین میں تقسیم نہ کیا گیا۔

۳۔ اہل مکہ کے ساز وسامان کو مالِ غنیمت بنا کر اس کے حصے بھی تقسیم نہیں کئے گئے۔

۴۔ اہل مکہ کے سردار ابوسفیان کو سزا دینے کی بجائے ان کے گھر کو جائے امان قرار دیا گیا۔

۵۔ مکہ والوں کے ظلم وستم اور متعدد جنگی تدابیر میں ملوث ہونے کے باوجود ان سب کے لئے عام معافی کا اعلان کیا گیا۔

فتح مکہ اور بت شکنی کی مہم

فتح مکہ میں دوسری جنگوں کے بالمقابل متعدد مخصوص اَحکام کی رعایت کی گئی۔ اگر اس بات کی کوئی گنجائش ہوتی کہ وہاں بتوں کو بچایا جاسکتا تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کا بھی حکم فرماتے۔ لیکن آپؐ نے جنگ سے فارغ ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ بیت اللہ کے اندر حضرت علیؓ کی معیت میں تشریف لے گئے اور خود اپنے دستِ مبارک سے ۳۶۰ بتوں سے بیت اللہ کو پاک کرنا شروع کیا۔ بیت اللہ میں بعض بت اس قدر اونچے تھے کہ آپؐ کی لاٹھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو پیش کش کی

کہ آپؐ میرے کندھوں پر سوار ہوکر بلند ہوجائیں اور بت گرادیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''علیؓ! تم نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، آؤ میں تمہیں بلند کرتا ہوں اور تم انہیں گرادو''

یاد رہے کہ ان بتوں میں آپ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بت بھی تھے۔ (الرحیق المختوم اردو: ص۲۵۲) اگر اسلام میں بتوں کا کوئی جواز ہوتا تو آپ کائنات کی مقبول ترین ہستی حضرت ابراہیمؑ کا بت ضرور بچا لیتے، لیکن لمحے بھر کو بھی ایسا شائبہ وہاں پیدا نہ ہوا۔ اور آپؐ کعبہ کو بتوں سے پاک صاف کرکے نکلے۔

اگر بتوں کی عبادت ہی ان کو گرانے کا سبب ہوتی تو مکہ میں غلبہ اسلام کے بعد صنم پرستی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس امکان کے باوجود آپ کا بتوں کو گرا دینے کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ اسلام میں بتوں کے لئے اس طرح کی کوئی تفریق نہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے یا نہیں؟

ممتاز سیرت نگار ابن ہشامؒ اپنی کتاب میں باسند بیان کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپؐ اونٹنی پر سوار تھے، اس پر بیٹھے بیٹھے طواف کیا، بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے بت نصب تھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپؐ بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور فرماتے جاتے: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل زائل ہونے اور جانے والا ہی تھا'' چنانچہ ہر بت جس کی طرف آپ اشارہ کرتے جاتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ کرتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ کوئی بت بھی باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو'' (صحیح مسلم، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة: حدیث ۴۶۰۱ اور سیرت ابن ہشام مترجم از مولانا غلام رسول مہر، ص۴۸۴)

حافظ ابن کثیرؒ سیرتِ ابن ہشامؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو اس میں ملائکہ وغیرہ کی تصاویر دیکھیں، ابراہیم کی تصویر دیکھی، ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ انہیں غارت کرے، انہوں نے ہمارے جد امجد کو فال گر بنا دیا، ابراہیم کو فال گیری سے کیا نسبت؟ ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے پھر آپؐ کے حکم سے سب تصاویر مٹا دی گئیں'' (سیرت النبی ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی: ج۲،ص۳۹۶)

اس کے بعد امام احمدؒ کے حوالے سے حضرت جابرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ کعبہ کے اندر تصویریں منقش تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مٹانے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ نے کپڑا تر کرکے ان کو مٹا دیا، رسول اللہ ﷺ بعد میں اندر آئے تو اس میں کوئی تصویر نہ تھی۔''

فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی اپنے صحابہ کو ہدایت کا تذکرہ امام نسائیؒ نے کیا ہے:

عن أبي الطفيل قال لما فتح رسول اللهؐ مكة بعث خالد بن الوليد إلى نخلة وكانت بها العزى فأتاها خالد وكانت على ثلاث سمرات فقطع السمرات و هدم البيت الذي كان عليها، ثم أتى النبيؐ فأخبره فقال "ارجع فانك لم تصنع شيئا" فرجع خالد، فلما أبصرته السدنة وهم حجبتها أمعنوا في الحيل وهم يقولون: ياعزى، ياعزى فأتاها خالد فإذا امراة عريانة ناشرة شعرها تحثوا التراب على رأسها فغمسها بالسيف حتى قتلها، ثم رجع إلى رسول اللهؐ فأخبره فقال تلك العزى (تفسیر ابن کثیر: ج۴،ص۳۹۴)

''جب نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خالد بن ولید کو نخلہ مقام پر بھیجا وہاں پر عزیٰ (نامی عورت تھی جس کی عبادت کی جاتی) تھی۔ خالد وہاں پہنچے تو وہاں ببول کے تین درخت تھے، آپ نے انہیں کاٹ دیا اور ان پر قائم عمارت کو ڈھا دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کو آ کر اپنا کارنامہ ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ تم کچھ بھی کر کے نہیں آئے۔ تو حضرت خالدؓ دوبارہ لوٹے، جب ان کو مجاوروں نے دیکھا تو ان سے مکروفریب کرنے لگے اور یا عزیٰ یا عزیٰ پکارنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے قریب آ کر دیکھا تو ایک ننگی عورت اپنے اوپر مٹی ڈالے ہوئے تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے (جس طرح ہمارے ہاں ملنگ زمین میں لیٹے ہوتے ہیں) آپؓ نے اس کو تلوار چبھوئی اور اپنی تلوار سے اس کو قتل کردیا، واپس جاکر نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا: ''عزیٰ یہ تھی''۔

تفسیر ابن کثیر میں سورۂ نجم کی آیات ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَ مَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ﴾ کے تحت نبی کریم ﷺ کی بت شکن مہم کا تذکرہ بالاختصار یوں ہے:

''قبیلہ ثقیف کے بت 'لات' کو ڈھانے کے لئے نبی کریم نے مغیرہ بن شعبہؓ اور ابوسفیانؓ صخر بن حرب کو طائف بھیجا جنہوں نے اس کو ڈھا کر اس جگہ مسجد تعمیر کردی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بت حضرت علیؓ کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اسی طرح ذو الخلصة نامی بت جسے لوگ دوسرا کعبہ کہا کرتے تھے، کو نبی کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ کے ہاتھوں فنا کروایا۔ فلس نامی بت حضرت علیؓ نے توڑا اور یہاں سے دو تلواریں رسوب اور مخزم لے کر گئے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں ہی عطا کردیں۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن کا بت خانہ صنعاء میں ریام کے نام سے تھا جس میں ایک سیاہ کتا بھی تھا، اس بت خانہ کی بھی آپؐ نے اینٹ سے اینٹ بجادی۔ رضا نامی بنو ربیعہ بن سعد کا بت خانہ مستوغر بن ربیعہ بن کعب نے ڈھایا...... الخ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر مترجم: ج۵،ص۲۱۰)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بت شکنی کے لئے خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو روانہ فرماتے رہے اور جزیرۂ عرب کے نامور بت خانوں کو آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں منہدم کرا دیا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ في جنازة، فقال: أيكم ينطلق إلى المدينة فلا يدع بها وثنا إلا كسره ولا قبرا إلا سواه ولا صورة إلا لطّخها؟ فقال رجل: أنا يارسول الله فانطلق فهاب أهل المدينة فرجع، فقال علي: أنا أنطلق يارسول الله، قال فَانْطَلِقْ فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ فقال: يارسول الله! لم أدع بها وثنا إلا كسرته ولا قبرا إلا سويته ولا صورة إلا لطختها ثم قال الرسول ﷺ: من عاد إلى صَنعة شيئ من هذا فقد كفر بما أنزل على محمد رواه أحمد بإسناد حسن (مسند احمد: ج۲، ص۸۷...... مجمع الزوائد: ج۵، ص۱۷۳...... فقہ السنہ: ۴۹۹/۳)

''نبی کریم ﷺ ایک جنازہ میں تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کون آدمی ہے جو مدینہ میں جائے وہاں کوئی بت (وثن) نہ چھوڑے مگر اس کو توڑ دے، کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑے مگر اس کو زمین سے ملا دے، کوئی تصویر نہ دیکھے مگر اس کو مٹا ڈالے۔ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں یہ کام کروں گا۔ یہ آدمی چلا گیا لیکن اہل مدینہ نے اس کو اس کام سے ڈرایا تو وہ گھبرا کر واپس لوٹ آیا۔ تب حضرت علیؓ نے کہا کہ میں یہ کام کرتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: جاؤ تو حضرت علیؓ گئے اور کچھ دیر بعد واپس لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس میں کوئی وثن نہیں چھوڑا اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اسے زمین سے برابر کر دیا، کوئی تصویر نہ چھوڑی مگر اس کو مٹا ڈالا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بھی ایسے برے کام پھر کئے تو گویا اس نے شریعت محمدیؐ سے کفر کیا''

حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ابوالہیاج اسدی کو خود اس کام کے لئے مامور کیا اور فرمایا:

ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ؟ ألّا تدع تمثالا إلا طمسته، ولا قبرا مشرفاً إلا سويته (صحیح مسلم، باب الأمر بتسوية القبر: حدیث ۹۶۹)

''کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے مجھے مامور فرمایا تھا، وہ یہ کہ تو کوئی تمثال (مجسمہ) نہ چھوڑ مگر اس کو مٹا ڈال اور کوئی عالیشان قبر نہ چھوڑ مگر اس کو برابر کر دے''

سرزمین اسلام میں بتوں کو باقی رکھنا اور نمایاں کرنا

اسلامی شریعت کی روشنی میں یہ بات تو بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ اسلام میں بتوں کا کوئی جواز نہیں ملتا اور مسلمانوں کو بتوں کے باقی رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جہاں تک اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کا تعلق ہے کہ انہیں بت پرستی کی کس حد تک اجازت دی جاسکتی ہے یا غیر مذاہب کے عبادت خانوں کے بارے میں اسلام کیا نقطہ نظر رکھتا ہے۔ تو اس بارے میں چند نکات درج ذیل ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے قاہرہ کے کنیساؤں (گرجاؤں) کو عیسائیوں کے لئے عبادت گاہ کے طور پر کھولنے کے بارے میں پوچھا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ کنیسے دورِ فاروقی اور خلافتِ راشدہ میں

موجود تھے اور انہوں نے ان کو منہدم نہیں کیا تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اس نکتے کی وضاحت میں فرمایا:

''اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ قاہرہ میں دورِ فاروقی میں یہ کنیسے موجود تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ قاہرہ کا شہر حضرت عمرؓ کے تین سو سال بعد، بغداد، بصرہ، کوفہ اور واسط کے بعد بسایا گیا۔

مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شہر مسلمان تعمیر کریں تو اہل ذمہ اس میں اپنا معبد خانہ تعمیر نہیں کرسکتے، جن شہروں کو مسلمان معاہدۂ صلح کی صورت میں فتح کریں اور ان میں وہ سابقہ معبد خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کریں اور مزید بنانے سے روک دیں تو اس مقام پر بھی مزید معبد خانے تعمیر نہیں کئے جاسکتے۔

اس طرح جن شہروں میں مسلمان رہتے ہوں اور ان میں مسلمانوں کی مساجد ہوں، اسلامی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہاں شعائر کفر کو ظاہر کرنے[1] سے غیر مسلموں کو روکے، ہاں وہ اندرونِ معبد خانہ اپنے شعائر نمایاں کرسکتے ہیں۔

غیر مسلموں کے بعد مصر کے جو حکمران آئے وہ غالی رافضہ (جو اپنے اماموں میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھتے) تھے جن کا دورِ حکومت دو سو سال سے زیادہ ہے، یہ لوگ بھی صرف ظاہراً اسلام کے نام لیوا تھے اور اندر سے کفر محض چھپائے ہوئے تھے۔ ان روافض کے بارے میں مسلمان عوام، بادشاہ اور فقہاءِ اسلام کا اتفاق رہا ہے کہ یہ اسلام سے خارج ہیں اور ان سے لڑائی کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاتار کو مسلمانوں سے جنگ پر اُکسایا۔ ان غالی بادشاہوں کے وزرا کبھی یہودی رہے ہیں کبھی عیسائی، جنہوں نے ارضِ مصر میں بہت سے کنیسے تعمیر کئے۔ ان کے دور میں مصر میں عیسائیوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ساحل شام اپنے قبضہ میں لے لیا حتیٰ کہ نورالدین زنگیؒ نے اسے بازیاب کرایا۔ صلاح الدینؒ کی جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں آخر مصر ۱۲ویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے زیر نگیں آیا''

(اقتباسات فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲۸، ص ۶۳۲ تا ۶۳۹)

علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ قول کہ دارالاسلام میں غیر مسلموں کے معبد خانے نہ ہوں، نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی بنا پر ہے:

۱۔ لاخصاء فی الاسلام ولا کنیسة ''اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ کنیسا کی''
(کتاب الاموال از ابو عبید قاسم بن سلام، ص: ۱۳۷)

۲۔ اسی طرح طاؤسؒ فرماتے ہیں:

لا ینبغی بیت رحمة أن یکون عند بیت عذاب (ایضاً: ص ۱۳۸)
''جائز نہیں کہ بیتِ رحمت (مسجد) کے ساتھ بیت عذاب (غیر مسلموں کے معبد خانے) ہوں''

یہی بات علامہ ابن قیمؒ جوزی نے أحکام أهل الذمة میں کہی ہے، فرماتے ہیں:

(۱) سنا ہے کہ طالبان نے شاہراہوں کے بتوں کو تو گرایا، اندرون معبد خانہ کاروائیاں نہیں کیں۔

''جب صلیب کفر کے نمایاں شعارات میں سے ایک ہے تو اس کو بلادِ اسلامیہ میں ظاہر کرنا بھی منع ہوا۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے یہ روایت کیا ہے: "ولا يرفعون صليبا ولا يظهروا خنزيرا ولا يرفعوا نارا ولا يظهروا خمرا وعلى الإمام منعهم من ذلك"

''نہ یہ صلیب نمایاں کریں، نہ خنزیر کو ظاہر کریں، نہ آگ کو بلند کریں اور نہ شراب کھلے عام پئیں اور حاکم وقت کو چاہئے کہ انہیں ان کاموں سے روک کر رکھے۔''

اسی طرح مصنف عبدالرزاقؒ میں روایت ہے کہ معمر نے میمون بن مہران سے روایت کیا: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے امراءِ حکومت کو لکھا کہ ''شام میں عیسائیوں کو ناقوس بجانے سے روک کے رکھیں، یہ لوگ اپنے کنسیاؤں کے اوپر صلیب نمایاں نہ کریں۔ تنبیہ کے باوجود اگر کسی نے اس کا ارتکاب کیا تو اس کی رہائش گاہ بتانے والے کے قبضہ میں دے دی جائے گی۔''

علامہ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں:

''صلیب کو ظاہر کرنا اور بتوں کو ظاہر کرنا برابر ہے کیونکہ صلیب عیسائیوں کا اسی طرح معبود ہے جیسے بت، اسی لئے عیسائیوں کو صلیب کے پجاری بھی کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں کو کنیساؤں کے دروازوں اور بیرونی دیواروں پر صلیب بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، لیکن اگر وہ درونِ خانہ اس کو لگائیں تو اس پر کوئی پکڑ نہیں'' (ص:۷۱۹)

اسی طرح صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

إن عائشة حدثته أن النبى لم يكن يترك فى بيته شيئا فيه تصاليب إلا نقضه

''حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کوئی ایسی شے نہ چھوڑتے جس میں صلیب کی شبیہ ہوتی مگر اس کو توڑ ڈالتے'' (باب نقض الصور: حدیث ۵۹۵۲)

اسلامی تعلیمات اس بارے میں بڑی واضح ہیں کہ دارالاسلام میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب سے وابستگی کی اسی حد تک اجازت ہے جہاں تک وہ مسلمانوں کے عقائد پر اثر انداز نہ ہوں۔ اگر وہ اپنی تعلیمات کی مسلمانوں میں تبلیغ شروع کردیں تو ایسے غیر مسلموں کو دارالاسلام میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اسلام کی تعلیمات اس بارے میں بھی واضح ہیں کہ کن مذاہب کے ساتھ مفاہمت (معاہدۂ صلح) ہوسکتی ہے۔ اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ مذاہب شرک کی لعنت سے پاک ہوں۔ چنانچہ جمہور ائمہ کے نزدیک اہل ذمہ صرف اہل کتاب ہی ہوسکتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق اس میں مجوس کو اختلافی طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔ جو مذاہب ان تین کے ماسوا ہوں، ان سے جنگ کے بعد اسلام قبول کرنے یا ان کو مفتوح (قتل) کرلینے کے سوا اسلام میں کوئی دیگر صورت نہیں۔ یہ مذہب امام احمدؒ اور شافعیؒ کا ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک کی رائے میں جزیرۂ عرب کے ماسوا تمام کفار سے جزیہ لے کر ان سے معاہدۂ صلح ہوسکتا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج۱۳/ص ۲۰۸،۲۰۲)

اسی طرح فقہاءِ اسلام نے دائمی جزیہ پر مبنی معاہدۂ صلح میں بھی دو شرطوں کی پابندی ضروری قرار دی ہے، اوّل یہ کہ وہ ہر سال جزیہ ادا کرتے رہیں گے، دوم اسلامی احکام کی بھی ظاہری رعایت و پاسداری کریں گے یعنی منکرات کے ارتکاب سے بھی دور رہیں گے۔ (ایضاً: ۲۰۷)

بتوں کی فروخت

افغانستان میں پیش آنے والی حالیہ صورتحال سے پریشان ہو کر بعض لوگ طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، جس پر طالبان نے درست موقف اپنایا ہے کہ مسلمان بت شکن ہوسکتا ہے، بت فروش نہیں۔ اسلام کی رو سے بتوں اور مجسّموں کی فروخت ممنوع ہے کیونکہ اس طرح یہ بھی بدترین گناہ 'شرک' کی ترویج میں ہی ایک مدد ہے۔ ان بتوں کو اگر ان کے پجاریوں کے ہاتھ فروخت کردیا گیا تو ظاہر بات ہے کہ وہ اس کی پوجا ہی کریں گے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے:

إن الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام

''نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے'' (صحیح مسلم، باب تحریم بیع الخمر: حدیث ۱۵۸۱)

علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں اس حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''جہاں تک بتوں کی فروخت سے روکنے کا تعلق ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ آلہ جو شرک کے لئے معاون ثابت ہو چاہے جیسا بھی ہو، صنم ہو یا وثن یا صلیب، یا شرک پر مشتمل کتب ہیں، ان سب کی خرید وفروخت ممنوع ہے۔ ان سب کو ضائع کردینا اور ختم کردینا واجب ہے۔ ان کی فروخت گویا اس کام کی نشوونما اور حفاظت کا ایک ذریعہ تصور ہوگی۔ چنانچہ اصنام کی فروخت دیگر اشیاء کی فروخت سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ ہر شے کی ممانعت اس کے داخلی فساد کی بنا پر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اصنام کا ذکر آخر میں اس کے کمتر گناہ ہونے کی بنا پر نہیں فرمایا بلکہ تدریجاً سنگین سے سنگین امر کو بیان کیا ہے...... الخ'' (زاد المعاد: ج ۵ ص ۶۵۴)

شریعتِ اسلامیہ کے مختصر مطالعہ کے بعد افغانستان میں بت شکن مہم کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے:

۱۔ شریعتِ اسلامیہ میں پوجے جانے اور نہ پوجے جانے والے بتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۔ اسلامی شریعت بتوں، اصنام، تماثیل حتیٰ کہ اوثان کی بھی شدید مخالفت کرتی ہے اور اسلامی معاشرے میں ان کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود بت شکن مہم میں حصہ لیا اور متعدد صحابہ کرامؓ کو اس مقصد کیلئے روانہ فرمایا ان بتوں میں آپ کے جدامجد کے بت بھی شامل تھے لیکن ان سے بھی کوئی رورعایت نہ کی گئی۔

۴۔ مصر چونکہ معاہدۂ صلح کے نتیجے میں فتح ہوا لہٰذا وہاں عبادت گاہوں اور بتوں کو منہدم نہ کیا گیا۔

۵۔ جوں جوں اسلامی عنصر مصر میں قوت پکڑتا رہا توں توں بت خانوں کو گرانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جن میں کچھ کامیاب رہیں اور کچھ کثیر مصارف کی بنا پر بند کرنا پڑیں۔

۶۔ ابوالہول کو باقی رکھنے کی بنیادی وجہ ممیوں کی طرح اس کا مقام عبرت ہونا ہے ، نہ کہ یہ مقام تعظیم و تعبد ہے۔ اسی بنا پر اس سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔

۷۔ اسلام بت خانوں اور کلیساؤں کے بارے میں مختلف نقطہ نظر رکھتا ہے۔ عیسائی عبادت خانے (کنیسا) اور یہودی معبد خانے (بیع) تو بعض شرائط کے ساتھ اسلامی قلمرو میں برداشت کئے جاسکتے ہیں لیکن شرکیہ بت خانوں کے بارے میں اسلام میں کوئی نرمی نہیں، یہی وجہ ہے کہ معاہدۂ صلح بھی غیر مشرک اَقوام سے ہی ہوسکتا ہے۔ یہاں اہل ذمہ کی بحث چھیڑنا بھی چنداں فائدہ مند نہیں کیونکہ بدھ مت کا شمار ان مذاہب سے ہوتا ہے جن سے اسلام کا معاہدۂ صلح بھی ممکن نہیں۔

۸۔ افغانستان کے دارالاسلام ہونے کی وجہ سے وہاں بتوں کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

۹۔ اسلام میں بتوں اور حرام اشیاء کی فروخت ممنوع ہے کیونکہ یہ بھی شرک کو پھیلانے میں معاونت ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے بت شکنی مسلمانوں کا فریضہ ہے اور مسئلہ کی حد تک طالبان کا یہ اِقدام بالکل درست ہے لیکن یاد رہنا چاہئے کہ اسلامی شریعت صرف احکام وہدایات کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں حالات و واقعات کو ملحوظ بھی رکھنا پڑتا ہے، ممکن ہے ایک امر شرعی تقاضا تو ہو لیکن مخصوص حالات میں اس کی اجازت اسلامی شریعت سے نہ مل سکے۔ طالبان کی بت شکن مہم کی مثال بھی کچھ ایسی ہی ہے۔

جس طرح عالمی طور پر طالبان کے حوالے سے اسلام کی متشددانہ تصویر ذرائع ابلاغ پر پیش کی جارہی ہے اور اس بہانے اسلام کو مطعون کیا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ اور عالمی سیاست پر مغربی اور صہیونی اجارہ داری کے اس دور میں اس طرح کا اقدام بہت سوچ سمجھ کر کرنے کی ضرورت ہے۔ طالبان کی نوآموز حکومت کے لئے شدید کشاکش اور تناؤ کے اس دور میں ایسے ایشوز کو اٹھانا مناسب نہیں ہوگا جس کی وہ نہ مناسب وضاحت کرسکنے پر بھی قادر ہوں، نہ ہی عالم اسلام سے اس کی کلی حمایت حاصل کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم نے بھی بت شکنی کا عمل کو اوائل اسلام میں نہیں کیا، وگرنہ ہجرت سے قبل بیت اللہ کے چند بتوں کو گرا دینا آپ کے جان نثار صحابہ کے لئے ناممکن نہیں تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب اسلام کو قبول عام حاصل ہوا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تب نبی کریم نے مختلف صحابہ کو بت گرانے کی مہم پر روانہ کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیروں کے مقدس مقامات کے بارے میں کاروائی بہت سوچ سمجھ

کر کرنے کی ضرورت ہے۔

طالبان کی بت شکنی......موجودہ حالات کے تناظر میں

شریعتِ اسلامیہ میں بت شکنی کی واضح اور محکم تعلیمات کے باوجود طالبان کی موجودہ بت شکن مہم کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں۔ امریکہ، یورپ اور بدھ مت کے پیروکار ممالک میں تو طالبان کے اس اِقدام کو عالمی تہذیب کے نوادرات کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا وحشیانہ اِقدام کہا جارہا ہے مگر عالم اسلام میں بھی اس مسئلہ پر اختلافِ رائے سامنے آیا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور مغربی سامراجی طاقتوں کے استعماری ہتھکنڈوں کے تناظر میں اس مسئلہ کو دیکھنے والے مسلمانوں کی طرف سے طالبان کی بت شکنی کو ایک آزاد اور خود مختار مسلمان ملک کی جرأت مندانہ پالیسی قرار دیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اس مسئلہ پر مختلف آراء پیش کی گئیں جو درج ذیل ہیں:

دین پسندوں کا وہ پرجوش طبقہ جو مغرب اور اس کی تہذیب سے نفرت کرتا ہے، اس نے بلاشبہ طالبان کے جرأت مندانہ اقدام کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ان میں صرف روایتی علماء ہی نہیں، دائیں بازو کی صحافیوں کی اچھی خاصی تعداد بھی شامل ہے۔ یہاں یہ ممکن تو نہیں کہ پاکستانی پریس میں شائع ہونے والے مضامین اور کالموں کا جامع سروے پیش کیا جائے، البتہ چند ایک مثالیں پیش کرنے سے اس طبقہ کی رائے کی نمائندگی پیش کی جاسکتی ہے۔ روزنامہ 'نوائے وقت' کے کالم نگار طاہر مسعود اپنے کالم 'افغانستان آزاد ہے!' میں طالبان کے موٴقف کی حمایت میں تحریر کرتے ہیں :

> ''ملا عمر جب یہ کہتے ہیں کہ گوتم بدھ کے یہ مجسمے بت ہیں اور ان کا انہدام ہمارا مذہبی اور دینی فریضہ ہے تو وہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ بت کسی زمانے میں الٰہ رہے ہیں اور دین اسلام کے مطابق اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ دنیا ان مجسموں کو تہذیبی ورثہ قرار دیتی ہے۔ اگر یہ تہذیبی ورثہ ہیں بھی تو یہ افغانستان کا تہذیبی ورثہ نہیں اور وہاں کے حکمران اس تہذیبی ورثہ کو باطل قرار دے کر اس سے اپنا رشتہ منقطع کرنا چاہیں تو اس پر کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ مغربی دنیا کے معیارات دوہرے ہیں۔
>
> تہذیب کے ان پرستاروں کا حال یہ ہے کہ وہ بے جان پتھر کی مورتیوں پر فدا اور نثار ہیں اور بھوک وافلاس سے تڑپتے اور جیتے جاگتے انسانوں سے بیگانہ اور غافل ہیں۔ وہ مجسموں کے ٹوٹنے پر تو طوفان اٹھا دیتے ہیں لیکن مرتے ہوئے انسانوں کو دیکھ کر ان کے حلق سے کوئی کراہ نہیں نکلتی۔
>
> میں تو اس معاملے کو ایک نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ملا عمر نے ان مجسموں اور بتوں کی تباہی پر امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں کا دباوٴ قبول نہ کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ افغانستان غریب اور پسماندہ ہونے کے باوجود ایک آزاد ملک ہے۔ افغانستان ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ، جاپان اور بھارت کے سامنے آزادی اور خودداری کے جذبے سے کھڑا ہونے اور

ان کی ڈکٹیشن لینے سے انکار کرنے کی جرأت رکھتا ہے'' (نوائے وقت: ۲۲/ مارچ ۲۰۰۱ء)

جماعت اسلامی کی فکر سے تعلق رکھنے والے ایک دانشور جناب متین فکری طالبان کی بت شکنی پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''عصر حاضر میں طالبان کے فہم اسلام سے اختلاف ہوسکتا ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ جدید دور کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور بہت سے معاملات میں تنگ نظری کا ثبوت دے رہے ہیں لیکن یہ کریڈٹ بہرکیف انہیں جاتا ہے کہ وہ اسلام کے معاملہ میں احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہیں...... انہوں نے انتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کے عالم میں ایسے ایسے بتوں کو ٹھوکر مار کر اوندھے منہ گرایا ہے کہ پوری دنیا حیرت سے تک رہی ہے۔ مثلاً امریکہ کی انا کا بت جسے پوری دنیا اپنا دیوتا سمجھ کر پوج رہی ہے، طالبان کی ٹھوکروں کی زد میں آکر کراہ رہا ہے۔ طالبان ایک تباہ حال افغانستان میں مٹی کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں، ان کے پاس اب کھونے کے لئے کچھ نہیں رہا لیکن دوسروں کی جھوٹی طاقت کا پول کھولنے اور ان کی تہذیب کا ملمع اتارنے کے لئے ان کے پاس بہت کچھ ہے'' (ہفت روزہ ایشیا: ۲۸/ مارچ ۲۰۰۱ء)

دوسرا طبقہ ان نام نہاد مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کے فکری سرچشمے سیکولرازم اور سوشلزم ہیں۔ وہ نہ صرف جہادی تنظیموں کے سخت مخالف ہیں بلکہ طالبان کو غیر مہذب، اَن پڑھ اور نیم وحشی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پاکستان کا انگریزی پریس اور اُردو اخبارات میں لکھنے والے سیکولر صحافی بامیان میں مجسمہ شکنی کے خلاف طالبان کی مذمت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ان کا استدلال جس قدر بھی قوی ہو، چونکہ ان کی سوچ تعصبّ سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس طبقہ کے خیالات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان میں سے بعض مضمون نگار طالبان کے اقدام کو اسلامی تاریخ سے حوالہ جات ڈھونڈ کو مسترد کرنے کی سعی میں بھی مصروف ہیں۔ ان کے اہم ترین دلائل میں مصر کا ابوالہول آتا ہے جس کا ذکر تفصیل سے مندرجہ بالا سطور میں کردیا گیا ہے۔ محمود غزنوی کی جانب سے افغانستان میں بتوں کو نہ توڑنے کو بھی دلیل بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ ان میں سے بعض اس طرح کے سوالات بھی اٹھا رہے ہیں: ''جب انتقامی طور پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہلانے سے بچنے کے لئے ان کے معبود باطل کو گالیاں دینا ممنوع ٹھہرا تو پھر ان کو توڑنا کیسے جائز ہوگا؟''...... ایک صاحب اعتراض کرتے ہیں ''افغانستان کے اندر یہ شرک کے خلاف جہاد زمانۂ امن میں کیا جارہا ہے''۔ بہرحال سیکولر اور اشتراکی طبقہ کے بارے میں ہم یہاں یہ تبصرہ کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ ماضی کی ہر روایت کو توڑنے کو انقلابیت کی سب سے اہم دلیل سمجھتے ہیں۔ مگر مجسّموں کے متعلق یہی روایت شکن طبقہ حد درجہ روایت پرست واقع ہوا ہے کیونکہ اس روایت کا تعلق اسلام سے ہے۔ دو ہزار سال پرانے بتوں سے ان کی محبت کے باوجود وہ ترقی پسند اور انقلابی بنے ہوئے ہیں۔

ہماری رائے ان دونوں نقطہ ہائے نظر سے مختلف ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی مسلمان حکومت کے لئے نمایاں بت کی شکل میں کسی مجسمہ کا باقی رکھنا حرام ہے لہٰذا طالبان کی جانب سے بت شکنی کے اِقدام کو شریعت کی حمایت بھی حاصل ہے مگر حکمت اور مسلمانوں کی سیاسی اور ملی مصلحت کے وسیع تناظر میں اس کا جائزہ لیا جائے تو طالبان کی جانب سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات بالخصوص غیر اِسلامی ملکوں میں مسلمان اقلیتوں اور انکے متبرکات کی توہین کے خطرات سے چشم پوشی کر کے فوری طور پر مجسموں کو توڑنے کا اقدام کئی پہلوؤں کی طرف غور وفکر کی دعوت دیتا ہے :

(i) آج کل دنیا 'عالمی بستی' کی حیثیت رکھتی ہے جس میں مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے مفادات ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں۔ آج کوئی بھی ملک اپنے گھر میں اس قدر خود مختار نہیں ہے کہ وہ دیگر ممالک کو نظر انداز کرنے کا متحمل ہو سکے۔ طالبان کے اس اقدام سے بعض ممالک مثلاً سری لنکا، جاپان، برما وغیرہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمانوں کو شدید ردّعمل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔امام غزالیؒ کی رائے میں جہاں ملی اور اِضطراری مصلحت ہو، وہاں شریعت کے بعض امور کی تنفیذ کو مؤخر کردیا جائے تو اسلامی شریعت سے اس کی گنجائش ملتی ہے۔

(ii) مسلمان ملکوں کی طرف سے طالبان کے مذکورہ اِقدام کی تائید کرنا بالخصوص پاکستان کے لئے خاصا مشکل امر ہے کیونکہ اگر عالم اسلام اور پاکستان اس پالیسی کی حمایت کرتا ہے تو اسرائیل کے زیر قبضہ مسجد اقصیٰ اور بھارت میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کے خلاف احتجاج کرنے کی پوزیشن میں اُصولی طور پر نہیں رہے گا۔ بھارت کے تشدد پسند ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی مساجد مسمار کرنے کا اعلان بار بار کیا جارہا ہے بلکہ انہوں نے مسجد قوت الاسلام میں قرآن کریم کی توہین کر بھی ڈالی ہے جس کے خلاف پاکستان نے احتجاج بھی کیا ہے۔ پاکستان ان کی اس تشدد پسند پالیسی کے خلاف احتجاج اسی صورت میں کرسکتا ہے جب کہ وہ طالبان کے اقدام کی سرکاری طور پر حمایت نہ کرے۔

(iii) بعض اہم شخصیتوں بلکہ اِداروں کی طرف سے طالبان کو ایک بین الاقوامی شرعی عدالت کے قیام کی تجویز بھی دی گئی تھی۔ اس تجویز کے مطابق اگر عالم اسلام کے جید علماء پر مشتمل یہ عدالت تشکیل دے دی جاتی اوران سے درخواست کی جاتی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ اور ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مفادات کی روشنی میں اس مسئلہ پر راہنمائی بہم پہنچائے تو یہ تجویز بے حد مناسب تھی۔ اگر اس کو مان لیا جاتا تو طالبان یہ ذمہ داری اپنے سر لینے کی بجائے شریعت کورٹ اور پورے عالم اسلام پر اجتماعی طور پر یہ ذمہ داری ڈال دیتے۔ اس طرح انہیں عالم اسلام کی فی الجملہ حمایت کی صورت ہی اجتماعی ذمہ داری کی وجہ سے اس طرح کی سخت تنقید کا سامنا بھی نہ کرنا پڑتا۔ ایک عالمی شریعت کورٹ کے قیام کی وجہ سے دنیا بھر

کی توجہ کا مرکز بننے کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر مسائل کے حل کیلئے بھی نتائج بڑے مثبت ثابت ہوتے۔

(iv) افغانستان جس بدترین معاشی بدحالی کے دور سے گزر رہا ہے۔ اس طرح کے سخت اقدامات صرف تنہا اپنے سر لینے کے بعد افغان عوام کی مشکلات مزید گھمبیر ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ ایسے اقدامات کو فی الحال مؤخر کردیا جائے۔ حکمت عملی کے طور پر وسیع تر مفادات کے تحفظ کے لئے طالبان بت شکنی کے اس عمل کو مؤخر کرسکتے ہیں اور یہ تاخیر شرعی اعتبار سے بھی ناجائز نہیں ہوگی۔

(v) سعودی عرب اور پاکستان جیسے طالبان کے خیر خواہ ممالک بھی طالبان کی بت شکنی کی مہم کی تائید نہیں کر رہے۔ پاکستان کے وزیرداخلہ اس سلسلے میں باقاعدہ افغانستان کا دورہ بھی کرچکے ہیں۔ سعودی عرب جس کے حکمرانوں اور عوام کا مزاج مؤحدانہ ہے، وہ بھی اس مسئلہ کے متعلق تقریباً سکوت کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تاہم صوبہ قصیم کے ایک عالم دین کی طرف سے ذاتی حیثیت میں بت شکنی کے اس اقدام کی حمایت کی گئی ہے۔ لیکن بعض مسلمان ممالک اور علماء نے واضح طور پر طالبان کے اقدام کی مخالفت بھی کی ہے۔ ایسے حالات میں جب امتِ مسلمہ بھی فوری اقدام کی حمایت نہیں کررہی، یہ معاملہ مؤخر کردینا چاہئے تھا۔

ہماری رائے ہے کہ پاکستان کی اسلام پسند جماعتیں اور علماء ایک مشترکہ سیمینار کے انعقاد کے ذریعے اس موضوع پر کھل کر اظہارِ خیال کریں اور اس کے بعد باہمی مشاورت کے ذریعے ایک متفقہ موقف اختیار کرکے پاکستان، طالبان اور عالم اسلام کی راہنمائی کا فریضہ ادا کریں۔ طالبان کی طرف سے بت شکنی مہم کے مضمرات پاکستان اور عالم اسلام کے لئے بھی غور طلب ہیں، اسے محض طالبان کا مسئلہ قرار دے کر نظرانداز کرنا امتِ مسلمہ کے اجتماعی مفادات سے روگردانی کرنے کے مترادف ہوگا۔ ☆☆

مسلمان ہونا جرم ؟

افغانستان میں قحط سالی، بچوں کی ہلاکت اور مہاجرین کی حالتِ زار پر عالمی امداد کے بجائے امریکہ اور اقوامِ متحدہ کی طرف سے ناجائز پابندیاں ...... افغانوں کے مسلمان ہونے کی سزا ہے!

گزشتہ ۳ ہفتوں میں تقریباً ایک ہزار اموات صرف بھوک کی وجہ سے واقع ہوچکی ہیں۔

آئیے! دستِ تعاون بڑھایئے، افغان بھائیوں کی مدد کیجئے ...... سہارا دیجئے! ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾

اپنے عطیات، سامان خوردونوش اور کپڑوں کی ترسیل کے لیے **اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ** سے رابطہ فرمایئے

یاد رہے کہ ٹرسٹ کی طرف سے قربانی کا گوشت بڑی تعداد میں افغان بھائیوں تک پہنچایا گیا ہے۔

برائے رابطہ: اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور فون : 5866476,5866396